سوال

(512) بینک سے صدی قرض لینا

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا جو شخص سنٹرل بنک قانون گورنمنٹ کا ممبر ہو اور خود بھی بنک کے ذریعے روپیہ سودی بوجہ استقراضاً لیتا ہو اور عوام الناس کو بھی اس سنٹرل بنک کی طرف رغبت دیتا ہو، اور ایسے سود دینے کو جائز کہتا ہو اور رشوت وغیرہ اعلانیہ کھاتا ہو اور حد درضہ کا غیبت ہو کسی شخص حتی کہ علمائے کرام موجودہ کی بھی سخت سے سخت غیبت کرنے میں دریغ نہیں کرتا اور نہایت قبیح مفحش اور فضیح ہو اور انحال کہ شخص موصوف چند کتب حدیث بھی پڑھا ہو اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ امامت اس کی اتفاقیہ ہو یا مقررہ (ابوسعید از نیمچہ کلاں)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

شخص مذکورہ میں اگر واقعی یہ صفات قبیحہ پائی جائیں تو امام نہ بنایا جائے حدیث شریف میں ہے، اجلعوا ئمتکم خیارکم، (اپنے میں سے اچھے شخص کو امام مقرر کیا کرو) اور اگر اتفاقیہ پڑھا رہا ہے تو مل جانا چاہیئے بحکم وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ٤٣ سورة البقرة

س:۔ بنک وغیرہ سے تعلق رکھنا کیسا ہے؟ سود کے حکم میں ہے یا نہیں؟

تشریح

پس واضح ہو کہ:۔

(ا) سیونگ بنک قائم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ جو تجارت پشہ نہیں ہیں اور ان کی رقم ان کے پاس فاضل پڑی ہے اس بنک میں جتنا روپیہ چاہیئے جمع کریں اور سرکار اسے جس مصرف میں چاہے صرف کرکے فائدہ حاصل کرے، اور اس نفع میں سے بحساب سالانہ فی صدی انہیں بھی کچھ دے، اس حالت میں روپیہ جمع کرنے والے کو بلا مشقت نفع ملتا ہے یعنی وہ روپیہ دے کر روپیہ بڑھاتا ہے جو یقینی ربوا کی صورت ہے جیسا صحیح حدیث سے صاف ظاہر ہے۔

اِتَبیعُوا الذَّہَبَ بِالذَّہَبِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَہَا عَلَی بَعْضٍ، وَلَا تَبِیعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَہَا عَلَی بَعْضٍ، وَلَا تَبِیعُوا مِنْہَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ (متفق علیہ).

اور صحیح مسلم میں یوں ہے،

الدینا ربالدینا رلا فضل بینھما والدرہم بالدرہم لا فضل بینھما

دوسری روایت میں اور بھی صاف کردیا ہے ،

الذہب بالذہب وزنا بوزن مثلا بمثل والفضۃ بالفضۃ وزنا بوزن مثلا بمثل فمن زاد او استزاد فھو ربا .

لیکن شراکت فی التجارت تو اس کی شکل ہی جدا ہے کیوں کہ اس میں نفع و نقصان پر حصہ لگتا ہے اور بنک میں یہ شرط نہیں پائی جاتی ، لہذا اس مد میں روپیہ لگانا تجارت کے تحت سے خارج ہوگیا ،

ربوا کا اصول ہے کہ اس سے ایک شخص بلا محنت فائدہ حاصل کرتا ہے اور دوسرا مفت میں نقصان اٹھاتا ہے اور یہ جزو لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ [279] سورة البقرة قابل غور ہے اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ بنکوں میں اس کی مثال کہاں تک ملتی ہے ظاہر کرتا ہے کہ سرکار روپیہ جمع کرنے والے کو انٹرسٹ دے کر اپنا نقصان نہیں کرتی ہے بلکہ اس رقم سے نفع اٹھا کر کچھ دیتی بھی ہے ،

اب یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ گورنمنٹ کو ہمیشہ فائدہ ہی ہوتا ہے یا کبھی نقصان بھی اس پر صاحب علم اور وہ اشخاص جو اس معاملے سے واقف کار ہیں روشنی ڈالیں ، اگر گورنمنٹ کو نقصان بھی ہوتا ہے تو وہ اس کی تلافی کی کوئی نہ کوئی صورت اختیار کرتی ہوگی ، یا روپیہ جمع کرنے والوں پر اس کا بار آتا ہوگا ہار عایا پر اس کا بوجھ ڈال کر اپنا نقصان پورا کرتی ہوگی ، واللہ اعلم ، اور یہ جبر و تشدد ہمارے روپوں کی بدولت ہو غرض یہ کہ ایسے بنکوں میں شرکت کسی طرح درست نہیں ،

(۲) ایک بنک وہ بھی ہیں جو مہاجنی اصول پر چلتے ہیں امانت دار ، (نہیں بلکہ سود خورا) اس میں روپیہ جمع کرتے ہیں ، (بغرض حاصل کرنے سود) اور تجارت پیشہ والے اس سے سودی قرض حاصل کرتے ہیں گویا اس کے قائم کرنے کا خاص منشاء یہی ہوتا ہے کہ سود لیں اور دیں اور اس کی حرمت ظاہر ہے اب اس کے دیکھنے کی ضرورت نہیں کہ اس کا استعمال کہاں ہوتا ہے اچھے کاموں میں یا برے میں کیونکہ اس کی بناء ہی سود پر ہے جس طرح کہ شراب کہ اس کی حرمت میں کچھ شک و شبہ نہیں اس کا سرکہ بنانا ، دوا میں استعمال کرنا وغیرہ سب ممنوع ، دوسرے بات یہ کہ امانت ، (یعنی روپیہ) جو بنک میں جمع رہتا ہے اس کا ذمہ دار بنک خود ہے اور خسارہ صرف حصہ داروں کو ہونا چاہیئے لیکن چونکہ روپیہ جمع کرنے والے کو بنک سے سود ملتا ہے لہذا دیوالہ نکل جانے پر اس کا خسارہ امانت داروں پر بھی پڑتا ہے یہ ایک طرفہ ڈنڈ ہے اور آخرت کا عذاب خدا کی پناہ سخت ہے امانت کی اگر سچ پوچھئے تو یہ صورت ہی نہیں ، امانت اصل میں اسے کہتے ہیں کہ جو چیز جس حالت میں اور جس قدر بطور امانت رکھی جاوے وہ اسی حالت میں اور اسی قدر واپس بھی لیا جاوے ، اب اظہر من الشمس ہوگیا ، کہ کسی حالت سے اس میں بھی شرکت جائز نہیں ،

(۳) بعض بنکوں میں یہ بھی دستور ہے کہ امانت وار جوان سے سود نہ لے ، تو وہ اس سودی رقم کو عیسائی مشن کے سپرد کردیتے ہیں اس میں شک نہیں کہ آج کل کے جتنے قسم کے بنک اور دیگر مختلف طریقے مروج ہیں سب میں شرکت کرنا قطعی ناجائز ہے لیکن جو لوگ اس میں گرفتار ہیں ان کے لئے مناسب تو یہ ہے کہ باز آئیں ارشاد باری تعالی ہے ،

يَٰٓأَيُّهَا لَّذِينَ ءَامَنُوا تَّقُوا لَّلَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ لرِّبَوٰٓا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ [278] فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ لَّلَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَٰلِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ سورة البقرة

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈر کر سودی کاروبار چھوڑ دو ، ورنہ پھر اللہ سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ) اس آیت کے آخری حصہ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ موجود صورت پر چسپاں نہیں ہوتی کیونکہ خود سود دینے پر مجبور کرتے ہیں اور نہ لینے پر عیسائی کی مشن کے سپرد کردیتے ہیں جو مذہب اسلام کے لئے مہلک ہے اس کے متعلق اخبار اہلحدیث میں فتوی بھی نکل چکا ہے ۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

جلد2ص466

محدث فتویٰ